معارف القرآن کے تناظر میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا فقہی واستنباطی منہج: تجزیاتی مطالعہ

Mufti Muhamnad Shafi's method of Islamic jurisprudential and inferential in the light of Muariful Quran Analytical Study

عبدالنصیر *

ڈاکٹر بادشاہ رحمٰن **

ABSTRACT

Almighty Allah has sent a number of prophets, some of them with revealed scripts, others with verbal commandments, from time to time to guide humanity not only in personal life but also in collective life. Among all the revealed scriptures, the Holy Quran is one such perfect commandment, whose authenticity is not a hidden secret. The holy Quran has been translated in several worlds languages. Not only translations but interpretations of the Quran in many world languages is a glaring reality which is still expanding. Among all such translation works, the tafseer of Mufti MUHAMNAD Shafi, Muariful Quran, received worldwide popularity on account of its easy and fluent information expressed in a logical yet understandably beautiful language. Selected verses from Soorah AL-Fatiha to Soorah Ibrahim of the holy Quran according to the needs of the common Muslim citizens were from this tafseer were broadcasted on Radio Pakistan in the form of lessons from July 1954 to June 1964. The tafseer of the remaining verses of the holy Quran were compiled after insistence by the public and the complete tafseer, consisting of 8 volumes, was published by Baitul Hikmat UP Deoband, India in the year 1982. Mufti Shafi was Mufti e Azam at Darul Uloom Deoband before independence of Pakistan and after independence he was the country's Mufti e Azam. Since this tafseer is considered to be one of the most authentic translations of the holy Quran, on account of its highly logical and fact based interpretations of the verses of holy Quran, following are some of the most important features of the inferential curriculum devised in the Islamic jurisprudence as enunciated by Mufti Shafi.

Keywords: *Mufti muhamnad Shafi, Muariful Quran, jurisprudence, inferential curriculum.*

---

* لیکچرر اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف ملاکنڈ ضلع دیر

** اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف ملاکنڈ ضلع دیر

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ بر صغیر پاک وہند میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کا مختصر سوانحی خاکہ یوں ہے کہ آپ مرکز علوم اسلامیہ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ بمطابق جنوری ۱۸۹۷ء کو فاضل ومدرس دارالعلوم دیوبند مولانا محمد یاسین رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے آپ کا نام "محمد شفیع" رکھا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ میں باقاعدہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۳۳۵ھ میں اساطین علم علامہ انورشاہ کشمیریؒ،

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا عزیز الرحمٰنؒ، مولانا اصغر حسینؒ، مولانا ابراہیمؒ اور مولانا رسول خان صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہوئے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ ۱۳۳۷ھ سے دارالعلوم دیوبند میں باقاعدہ تدریس شروع کی۔ ۱۳۴۹ھ کو صدر مفتی کے عہدہ پر متمکن ہوئے۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کو تحریک پاکستان میں حصہ لینے کی غرض سے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دیا۔ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ بمطابق یکم مئی ۱۹۴۸ء ہندوستان سے کراچی پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ مفتی محمد شفیعؒ کے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا: "کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد شفیع کی عمر دراز کرے، مجھے ان سے دو خوشیاں ہیں، ایک تو یہ کہ ان کے ذریعے علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں۔"

قوم وملک کے لئے ان کی بہت سیاسی، علمی اور دینی خدمات ہیں۔ متعدد کتب تصنیف فرمائے۔ جن کی تعداد ۱۶۲ ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت "معارف القرآن" کو ملی۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ/ بمطابق ۶/ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو رحلت فرمائی۔[۱]

معارف القرآن کا تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور زندگی گذارنے کے طریقے بتانے کے لئے مختلف انبیاء کو مبعوث فرما کر کتب سماویہ کو نازل فرمایا۔ ان کتب میں جو جامعیت، کمال اور حفاظت قرآن کریم کے حصہ میں آئی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں مختلف اسلوب اور متنوع انداز سے اس کی تفسیریں لکھی گئیں۔ یہ سلسلہ تاحال جاری وساری ہے۔ ان تفاسیر میں سے اردو زبان میں مفتی محمد شفیعؒ کی معارف القرآن ہے۔ جس کو بے پناہ عوامی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ دراصل مفتی صاحب کے دو جولائی ۱۹۵۴ء سے لے کر جون ۱۹۶۴ء تک

۱۔ بخاری، محمد اکبر شاہ، معارف مفتی اعظمؒ، زمزم پبلشرز اردو بازار لاہور، فروری ۲۰۰۹، ص ۱۱ تا ۳۹

۲۔ بخاری، محمد اکبر شاہ، بیس علمائے حق، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ص ۷۱

ریڈیو پاکستان پر عام مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کے پیش نظر منتخب آیات کی تفسیر اوراس سے متعلقہ احکام ومسائل کا بیان کردہ دروس کا مجموعہ تھاجو کہ سورت فاتحہ سے لے کر سورت ابراہیم تک ہو چکا تھا۔باقی ماندہ حصے کو دوست واحباب کے اصرار پر مکمل کرکے باقاعدہ تفسیری قالب میں ڈال دیا گیا۔جس کی پہلی اشاعت ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں بیت الحکمت یوپی دیوبند سے ہوئی۔

جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔مفتی صاحب تقسیم سے پہلے دارالعلوم دیوبند اور بعد میں پاکستان کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز تھے، اس لئے احکام فقہیہ کو بڑے اہتمام سے بیان کیا۔ان احکام کو بیان کرنے میں مفتی صاحبؒ نے کس منہج اور طریقے کواستعمال کیا؟ذیل میں اسی حوالے سے اختصار کے ساتھ چیدہ چیدہ نکات کو تحریر کیاجاتاہے۔

مسئلہ کا عنوان قائم کرنا:

معارف القرآن میں جیسا کہ بتایا گیا کہ فقہی مسائل کو بڑے اہتمام سے بیان کیا گیاہے ۔ان کو نمایاں کرنے کے لئے "مسئلہ" کا عنوان قائم کیا گیاہے۔جیسا کہ ج۱، ص۱۹۰۔۱۹۴۔۱۹۵۔۴۴۹وغیرہ میں ہے۔

مختلف احکام کو نمبر وار ذکر کرنا:

اگر کسی ایک ہی مقام پر قرآن کریم میں متعدد احکام مذکور ہوں تو مفتی صاحب ان احکام کو عنوانات دے کر نمبروار ذکر کرتے ہیں،جیسا کہ تفسیر سورۃ بقرہ میں فرماتے ہیں:"حکم اوّل قصاص""حکم دوم وصیّت""حکم سوم صوم""حکم چہارم رمضان کے راتوں میں جماع"،"حکم پنجم اعتکاف""حکم ششم مال حرام سے بچنا""حکم ہفتم اعتبار حساب قمری درحج وغیرہ" "حکم ہشتم اصلاح رسم جاہلیّت""حکم نہم قتالِ کفّار""حکم دہم انفاق فی الجہاد""گیارواں حکم متعلق حج وعمرہ"۔[۱]

فروعی مسائل میں مسلک احناف کو بیان کرنا:

مفتی صاحب مسلکاًایک حنفی عالم دین تھے،اس لئے فروعی مسائل میں مسلک احناف کو بیان کرتے ہیں،چنانچہ سفر شرعی کی مسافت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے تعامل

۱۔ مفتی محمد شفیع،معارف القرآن،ادارۃ المعارف کراچی،مئی۱۹۹۷ ، ج۱، ص۶۳۵تا۶۷۷۔

سے امام ابو حنیفہؒ اور بہت سے فقہاء نے اس کی مقدار تین منزل یعنی وہ مسافت جس کو پیادہ سفر کرنے والا بآسانی تین دن میں طے کر سکے، قرار دی ہے، اور بعد کے فقہاء نے میلوں کے حساب سے اڑتالیس میل لکھے ہیں۔[1]

بوقت ضرورت فقہاء کے اختلاف کو بیان کرنا:

عام طور پر مفتی صاحب مسائل میں فقہاء کے اختلاف کو بیان نہیں کرتے، لیکن جن مسائل میں اختلاف بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اختصار کے ساتھ اختلافِ فقہاء کو بھی تحریر کرتے ہیں، چنانچہ عورت کی آواز کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اس معاملے میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کی کتب میں عورت کی آواز کو ستر میں داخل نہیں کیا گیا۔ حنفیہ کے نزدیک بھی مختلف اقوال ہیں۔ ابن ہمام نے نوازل کی روایت کی بناء پر ستر میں داخل قرار دیا ہے۔ اسی لئے حنفیہ کے نزدیک عورت کی اذان مکروہ ہے، لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات نزول حجاب کے بعد بھی پس پردہ غیر محارم سے بات کرتی تھیں۔ اس مجموعہ سے راجح اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس موقع اور جس محل میں عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع ہے۔ جہاں یہ خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ اور احتیاط اسی میں ہے کہ بلاضرورت عورتیں پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کریں"۔[2] اسی طرح سورت حج کے دوسرے سجدہ تلاوت کے متعلق لکھتے ہیں: "اس آیت پر جو یہاں مذکور ہے سجدہ تلاوت کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک اس آیت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں۔۔۔۔۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے۔[3]

مفتیٰ بہ قول کی تصریح کرنا:

اگر کسی مسئلہ میں کئی صورتیں ہوں تو جس قول پر فتوی ہو اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ فتوی اس قول پر ہے، جیسا کہ تعلیم قرآن پر اجرت کے مسئلہ میں اختلاف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لیکن متأخرین حنفیہ نے بھی جب ان حالات کا مشاہدہ کیا، کہ قرآن مجید کے معلمین کو اسلامی بیت المال سے گذارہ ملا کرتا تھا، اب ہر جگہ اسلامی نظام میں فتور کے سبب ان معلمین کو عموماً کچھ نہیں ملتا، یہ اگر اپنے معاش کے لئے کسی محنت مزدوری یا تجارت

۱۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۲۔

۲۔ نفوس مصدر، ج۶، ص۶۰۶۔

۳۔ نفوس مصدر، ج۶، ص۲۸۸۔

وغیرہ میں لگ جائیں تو بچوں کو تعلیم قرآن کا سلسلہ یکسر بند ہو جائے گا، کیونکہ وہ دن بھر کا مشغلہ چاہتا ہے، اس لئے تعلیم قرآن پر تنخواہ لینے کو بضرورت جائز قرار دیا، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ آجکل اسی پر فتویٰ دینا چاہیئے، کہ تعلیم قرآن پر اُجرت و تنخواہ لینا جائز ہے، صاحبِ ہدایہ کے بعد آنے والے دوسرے فقہاء نے بعض ایسے ہی دوسرے وظائف جن پر تعلیمِ قرآن کی طرح دین کی بقاء موقوف ہے، مثلاً امامت واذان اور تعلیم حدیث وفقہ وغیرہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ ملحق کر کے ان کی بھی اجازت دی"۔[1]

ایک اور جگہ مدت رضاعت میں اختلاف فقہاء بیان کرنے کے بعد مفتی بہ قول کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مگر فتویٰ فقہائے حنفیہ کا بھی جمہور ائمہ کے مسلک پر ہے کہ دو سال کی مدت کے بعد اگر دودھ پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔[2] ایک جگہ لکھتے ہیں: "امام اعظم ابو حنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں منقول شدہ ہیں: پہلے میں دو سال کی مدت، دوسری میں دو سال چھ مہینے کی مدت کا بیان ہے، اور فتویٰ دوسرے قول پر ہے"۔[3]

مسئلہ اور حکم کے شرائط کو بیان کرنا:

اگر کسی مسئلے کا حکم کچھ شرائط کے ساتھ مشروط ہو تو ان تمام شرائط کو تحریر کرتے ہیں تاکہ جہاں شرائط موجود ہوں، تو وہاں حکم لگایا جائے اور جہاں موجود نہ ہو، تو اس صورت کو حکم سے خارج کیا جائے، جیسا کہ اضطراری حالت میں حرام اشیاء کو بطور علاج استعمال کرنے کے شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "آیت مذکورہ کی تصریح اور اشارات سے جو قیود وشرائط حاصل ہوئے ان شرائط کے ساتھ حرام وناپاک دواء کا استعمال خواہ کھانے پینے میں ہو یا خارجی استعمال میں باتفاق فقہاء امت جائز ہے، اُن شرائط کا خلاصہ پانچ چیزیں ہیں۔

(۱) حالت اضطراری ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔ (۲) دوسری کوئی حلال دواء کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔ (۳) اس دواء سے مرض کا ازالہ عادۃً یقینی ہو۔ (۴) اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ (۵) قدر ضرورت سے زائد کو استعمال نہ کیا جائے۔[4]

۱۔ نفس مصدر، ج۱، ص۲۰۸۔

۲۔ نفس مصدر، ج۷، ص۸۰۶۔

۳۔ نفس مصدر، ج۶، ص۲۵۳۔

۴۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۲۶۔

مسئلہ فقہیہ کی تکییف کرنا اوراس کے ممکنہ صورتیں بیان کرنا:

اگر کسی چیز کا حکم بیان کرنا ہو، اوراس کی مختلف کیفیتیں، حیثیتیں اور صورتیں بنتی ہو، توان تمام ممکنہ صورتوں اور حیثیتوں کو ذکر کرکے ہر ایک کے حکم کو الگ الگ بیان کرتے ہیں، جیسا کہ ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"بالا مذکورہ آیت سے ثابت ہوا کہ صوم واجب ہونے کے لئے روزہ کے مہینہ کا بحالتِ صحت پالینا شرط ہے، اسی سے جس شخص نے پورا رمضان پایا، اس پر پورے ماہ کے روزے فرض ہوگئے، جس نے کم پایا، ان پر ان ایام کے صیام رکھنا فرض ہوا، جتنے دن اس ماہ کے پائے، اس مہینے کے درمیان میں جو کافر مسلمان ہوا یا نابالغ بالغ ہوا اس پر صرف آنے والے روزے رکھنے ہوں گے، گزرے ہوئے دنوں کی قضاء لازم نہیں، البتہ پاگل باعتبار بالغ اور مسلمان ہونے سے ذاتی استعداد رکھتا ہے، وہ اگر اسی ماہ کی کسی وقت ٹھیک ہو جائے، تو گذشتہ دنوں کی قضاء بھی اس پر لازم ہو جائے گی، حائضہ ونافسہ عورت اگر ماہ رمضان کے درمیان پاک ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، یا مریض تندرست ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے تو گذشتہ ایّام کی قضاء لازم ہو گی"۔[1]

اسی طرح ووٹ کی حیثیت شرعیہ سے متعلق لکھتے ہیں"خلاصہ یہ کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے، ایک شہادت، دوسرے شفاعت اور تیسرے شریک حقوق کی وکالت، جیسا کہ حیثیاتِ ثلاثہ میں قابل وپارسا آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اوراس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، ایسا ہی بے دین اور نااہل آدمی کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بُری شفاعت بھی اور ناجائز وکالت بھی اوراس کے مہلک ثمرات بھی اس کے عمل نامہ میں ثبت ہوں گے۔[2]

صرفی ونحوی تحقیق کرکے مختلف احکام پر استدلال کرنا:

بسااوقات صرفی ونحوی تحقیق کرکے اس سے مختلف احکام ثابت کرتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:"ان احکام کے بیان کرنے میں بہت سے بلیغ اشارات ہیں، مثلاً مال خرچ کرنے میں علیٰ حُبِّہٖ کی قید لگادی، جس میں تین احتمال ہیں، ایک یہ کہ حُبِّہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ مال خرچ کرنے میں کوئی نفسانی غرض نام ونمود کی شامل نہ ہو، بلکہ اخلاص کامل کے ساتھ صرف اللہ جلّ شانہ ساتھ محبّت اس خرچ کرنے کا داعیہ ہو۔

۱۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۹۔

۲۔ نفس مصدر، ج۳، ص۲۷۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر مال کی طرف راجع ہو تو مراد یہ ہوگی کہ اللہ کی راہ میں وہ مال خرچ کرنا موجب ثواب ہے، جو انسان کو محبوب ہو، بیکار چیزیں جو پھینکنے کی تھیں ان کو دے کر صدقہ کا نام کرنا کوئی صدقہ نہیں، اگرچہ پھینکنے کی نسبت بہتر یہی ہے کہ کسی کے کام آسکے، تو اس کو دیدے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ اٰتیٰ میں جو اس کا مصدر ایتاء مفہوم ہوتا ہے اس کی طرف ضمیر راجع ہو، اور معنی یہ ہو کہ وہ خرچ کرنے پر دل سے راضی ہو، یہ نہ ہو کہ خرچ تو کر رہا ہے مگر اندر سے دل دُکھ رہا ہے"۔[۱]

اسی طرح چند سطر آگے فرماتے ہیں: "جن لوگوں پر مال خرچ کرنا ہے، مثلاً ذوی القربیٰ، مساکین، مسافر، سوال کرنے والے فقیر، ان سب کو تو ایک انداز سے بیان فرمایا، پھر وَفِي الرِّقَابِ میں، حرف فی بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ مملوک غلاموں کو مال کا مالک بنانا مقصود نہیں، بلکہ ان کے مالک سے خرید کر ان کے آزاد کرنے پر خرچ کیا جائے، اس کے بعد اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ کا ذکر بھی اسی طریق پر آیا، جیسے دوسری چیزوں کا ذکر ہے، آگے معاملات کا باب بیان کرنا تھا اس میں اسلوب (طریق) بدل کر بجائے صیغہ ماضی استعمال کرنے وَالْمُوْفُوْنَ صیغہ اسمِ فاعل استعمال کیا، اس بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کہ اس میں ایفاء عہد کی عادت دائمی ہونا چاہئے، اتفاقی طور پر کوئی معاہدہ پورا کر دے تو یہ ہر کافر فاجر بھی کبھی نہ کبھی کرتا ہے، اس کا اعتبار نہیں۔[۲]

علتِ مشترکہ کی وجہ سے حکم کو متعدی کرنا:

قرآن کریم کے بعض مسائل میں علت مشترکہ ہونے کی وجہ سے مفتی صاحب وہی حکم دیگر نظائر میں بھی جاری کرتے ہیں اور اس پر دیگر صورتوں کو بھی متفرّع کرتے ہیں، جیسا کہ مسئلہ استیذان بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: " ان میں سے ایک طریقہ دروازہ پر دستک دینے کا تو خود روایات حدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح جو لوگ اپنے دروازوں پر گھنٹی لگالیتے ہیں، اسی گھنٹی کا بجادینا بھی واجب استیذان کی ادائیگی کے لئے کافی ہے، بشرطیکہ گھنٹی کے بعد اپنا نام بھی ایسی آواز سے ظاہر کر دے، جس کو مخاطب سن لے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ جو کسی جگہ رائج ہو، اس کا استعمال کر لینا بھی جائز ہے، جو آج کل شناختی کارڈ کا رواج یورپ سے چلا ہے، یہ رسم اگرچہ اہلِ یورپ نے جاری کی، مگر مقصدِ استیذان اس میں اچھی طرح پورا ہو جاتا ہے، کہ اجازت دینے والے کو اجازت لینے والے کا پورا نام و پتہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے بغیر کسی تکلیف کے معلوم ہو جاتا ہے، بنابریں اس کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ

۱۔ نفس مصدر، ج ۱، ص ۶۳۲۔

۲۔ نفس مصدر، ج ۱، ص ۶۳۳۔

نہ ہوگا"۔باری خلق نے کتاب کریم میں مشرکین کے ایک بُرے عمل کی بُرائی ذکر فرمائی ہیں کہ مشرکین نے مویشیوں اور کھیتوں کے کچھ حصے اللہ تعالیٰ کے لئے مختص کئے تھے اور کچھ اپنے معبودوں کے نام، لیکن باری مخلوق کا حصہ تو معبودوں کے مخصوص مصارف میں خرچ کرتے ہیں اور معبودوں کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر متعین مصارف میں خرچ نہیں کرتے، باری مخلوق نے ان کے اس طرز عمل پر نکیر کرتے ہوئے، اس کو بُرا فیصلہ فرمایا۔ مفتی محمد شفیعؒ نے مشرکین کے اس عمل پر مسلمانوں کے عمل کو قیاس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمان اگر کوئی وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کے لئے مقرر بھی کر لیتے ہیں تو جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے اس میں نہ اپنے کاروبار میں کوئی حرج ڈالا جاتا ہے، نہ آرام کے اوقات میں، سارا نزلہ اس وقت پر پڑتا ہے جو نماز، تلاوت یا عبادت کے لئے مقرر کیا تھا، گویا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مختص کردہ وقت کو دنیاوی امور میں تو خرچ کیا جاتا ہے، لیکن دنیاوی امور کے لئے مقرر کردہ وقت عبادت میں صرف نہیں کیا جاتا۔[1]

ایک مریض کو دوسر شخص کا خون دینے کی جواز کو دودھ پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا: "بذریعہ انجکشن خون کو نکالا اور شخص ثانی کے جسم میں ڈالا جاتا ہے، اسی علت کے بناپر یہ دودھ کی مانند ہوئی جو انسان کی بدن سے بلاکانٹ وچھانٹ کے نکلتا اور دوسرے انسان کا جزء بنتا ہے۔۔۔ اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں، کیونکہ دودھ بھی خون کی بدلی ہوئی صورت ہے، اور جزء انسان ہونے میں مشترک ہے"۔[2]

اتفاقی اور اجماعی مسائل کی تصریح کرنا:

جو احکام اتفاقی اور اجماعی ہوں، تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اس پر علمائے امت کا اتفاق یا اجماع ہے، چنانچہ قصاص کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "قصاص لینے کا حق اگرچہ اولیاء مقتول کا ہے، مگر باجماعِ امت ان کو اپنا یہ حق خود وصول کرنے کا اختیار نہیں، کہ خود ہی قاتل کو مارڈالیں"۔[3]

اسی طرح چہرے اور ہتھیلیوں کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر ڈالنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اُن کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور عورت کو اُن کا کھولنا بھی جائز نہیں، اس

۱۔ نفس مصدر، ج۳، ص ۲۶۲۔

۲۔ نفس مصدر، ج۱، ص ۶۲۰۔

۳۔ نفس مصدر، ج۱، ص ۶۳۷۔

کی مانند اس پر بھی تمام کا اتفاق ہے کہ ستر عورت جو نماز میں اجماعاً اور خارج نماز علی الاصح فرض ہے اُس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہیں، اگر ان کو کھول کر نماز پڑھی تو نماز باتفاق صحیح و درست ہو جائے گی۔[۱]

ناسخ و منسوخ کو بیان کرنا:

جہاں پر کوئی حکم منسوخ ہو، تو اس منسوخ سمیت ناسخ کو بھی ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ لکھتے ہیں: " اسی بنا اس جملے کا معنی یہ ہوا کہ جو شخص روزہ کے مہینے میں حاضر یعنی موجود ہو اس پر لازم ہے کہ مکمل ماہ کے صوم رکھ لے، صوم کی عوض فدیہ دینے کا عام اختیار جو اس سے پہلے آیت میں مذکور ہے مذکورہ جملہ نے منسوخ کر دیا اور روزہ رکھنا لازم کر دیا"۔[۲] ایک اور جگہ ذوی الفروض رشتہ داروں کے لئے وصیت کی منسوخ ہونے کو ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "یہ باجماعِ امت منسوخ ہے، اور ناسخ اس کا وہ حدیث متواتر ہے، جس کا اعلان حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ اصحاب کرام کی روبرو فرمایا: "رب تعالیٰ نے ہر ایک حق والے کو اس کا حق خود دیدیا ہے، لہٰذا کسی بھی وارثِ میت کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔[۳]

صرف حکم شرعی کے بیان پر اکتفانہ کرنا اور اس کے روحانی، معاشی اور اقتصادی خرابیوں کو ذکر کرنا:

حضرت کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ نرالا حکم شرعی بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں کسی چیز کے روحانی، معاشی یا اقتصادی خرابیاں ہو، تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ سود کی حرمت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اسی طرح اگر کسی چیز کا نفع شخصی وانفرادی ہو اور اس کا نقصان پوری ملّت اور جماعت کو پہنچتا ہو، تو اس کو بھی کوئی ہوش مند انسان مفید نہیں کہہ سکتا، چوری اور ڈاکہ میں چور اور ڈاکو کا تو نفع کُھلا ہوا ہے، مگر وہ پوری ملّت کے لئے مضر اور ان کے امن وسکون کو برباد کرنے والا ہے، اس لئے کوئی انسان چوری اور ڈاکہ کو اچھا نہیں کہتا۔ اس تمہید کے بعد مسئلہ سود پر نظر ڈالئے تو ذرا سا غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اس میں سود خور کے وقتی اور ہنگامی نفع کے مقابلے میں اس کا رُوحانی اور اخلاقی نقصان اتنا شدید ہے کہ وہ اس کو انسانیت سے نکال دیتا ہے، اور یہ کہ اس کا جو وقتی نفع ہے وہ بھی

۱۔ نفس مصدر، ج۶، ص۶۰۲۔

۲۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۹۔

۳۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۰۔

صرف اس کی ذات کا نفع ہے،اس کے مقابلے میں پوری ملّت کو نقصانِ عظیم اور معاشی بحران کا شکار ہونا پڑتا ہے۔۔۔سود وربا کی معاشی خرابیاں۔۔۔سود کی روحانی بیماریاں"۔[1]

مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر حکم کو مؤکد و مبرہن کرنا:

بعض مسائل میں عموم بلوی اوراہمیت کے پیش نظر تغلیظ فی الجواب کی ضرورت ہوتی ہے،اس لئے مفتی صاحب اس کے حکم میں سختی پیداکرنے کے لئے ،قرآن وحدیث کے وعیدیں اورخارجی واقعات بیان کرتے ہیں،چنانچہ سود کی حرمت وقباحت پر قرآن کریم کے متعدد آیات اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید وعیدات اور کچھ خارجی واقعات بیان فرماکر لکھتے ہیں:"ربا کی تعریف اوراس کی حقیقت اوراس کی دنیوی تباہ کاری کے متعلق قرآن مجید کی سات آیتیں اوراحادیث نبویہ کے دس ارشادات اس جگہ بیان ہو چکے ہیں"۔[2]

قرآن کے آیات کوذکر کرنے کے بعد اس سے اہم اصول کا استخراج کرنا:

حضرت کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کے آیات سے اصول کا استخراج کرتے ہیں،جیساکہ لکھتے ہیں:"ضابطہ شہادت کے چنداہم اصول""اسلام میں انصاف وعدل قائم کرنے کا اہم اصول"[3]"دعوت وتبلیغ کے اصول اور مکمل نصاب"[4]"عیداور تہوار منانے کا اسلامی اصول"وغیرہ[5]

مسائلہ جدیدہ کو اہتمام سے بیان کرنا:

مفتی صاحب نے اختلافی مسائل بیان کرنے کے بجائے مسائل جدیدہ کو اہمیت سے بیان کیاہے اوران کا حل بتانے کی کوشش کی ہے،جیساکہ ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کے تفصیلی احکام بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "آجکل ضبطِ تولید کے نام سے جو دوائیں یا معالجات کئے جاتے ہیں اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نسل واولاد کا منقطع ہو جائے اس کی کسی حال اجازت شرعاً نہیں ہے"۔[6]

۱۔ نفس مصدر،ج۱،ص۶۶۹ تا۶۷۹۔

۲۔ نفس مصدر،ج۱،ص۶۸۱۔

۳۔ نفس مصدر،ج۱،ص۶۸۶،۶۸۷۔

۴۔ نفس مصدر،ج۵،ص۶۱۹۔

۵۔ نفس مصدر ،ج۳،ص۳۳۔

۶۔ نفس مصدر،ج۸،ص۶۸۳۔

ایک اور جگہ زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تفصیل مذکور سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آجکل جو اسلامی مدارس اور انجمنوں کے مہتمم، یا ان کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیر صدقات زکوٰۃ وغیرہ مدارس اور انجمنوں کے لئے وصول کرتے ہیں، ان کا وہ حکم نہیں جو عاملینِ صدقہ کا اس آیت میں مذکور ہے، کہ زکوٰۃ کی رقم میں سے ان کو تنخواہ دی جاسکے، بلکہ ان کو مدارس اور انجمن کی طرف سے جداگانہ تنخواہ دینا ضروری ہے زکوٰۃ کی رقم سے ان کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی، وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ فقراء کے وکیل نہیں"۔[1]

اسی طرح ایک اور مسئلہ تحریر فرماتے ہیں: "امتحانات کے نمبر، سند و سارٹیفکٹ اور انتخابات کے ووٹ سب شہادت کے حکم میں داخل ہیں۔۔۔ مثلاً کسی بیمار کو ڈاکٹری سارٹیفکٹ دینا کہ یہ ڈیوٹی ادا کرنے کے قابل نہیں یا نوکری کرنے کے قابل نہیں، یہ بھی ایک شہادت ہے، اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو جھوٹی شہادت ہو کر گناہ ہو گیا۔ اسی طرح امتحانات میں طلباء کے پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے، اگر جان بوجھ کر یا بے پروائی سے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو وہ بھی جھوٹی شہادت ہے، اور حرام اور سخت گناہ ہے۔[2]

فقہی کتب کے عبارات کو پیش کرنا:

جہاں جہاں ضرورت ہو، تو وہاں پر کتبِ فقہیہ سے عبارات نقل کرتے ہیں، خصوصاً فقہ حنفی کے مشہور و متداول کتب سے، جیسا کہ "الدر المختار" کی یہ عبارت نقل کی ہے: "اختلف فی التداوی بالمحرّم وظاهرالمذهب المنع کمافی رضاع البحر، لکن نقل المصنف ثَمَّ وههنا عن الحاوی: وقیل یرخّص اذاعلم فیه الشفاء ولم یعلم دواء اُخرکما رخّص فی الخمر للعطشان وعلیه الفتویٰ"۔[3] اسی طرح عالمگیریہ کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولا بأس بأن یسعط الرجل بلبن المرأة ،ویشربه للدّواء"۔[4]

فتویٰ اور تقویٰ (احتیاط) کے اعتبار سے حکم ذکر کرنا:

کبھی کبھی بعض مسائل فتویٰ کے اعتبار سے تو ایک حکم رکھتے ہیں، لیکن باعتبار تقوی اس کا الگ حکم ہوتا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے فقہاء یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ احتیاط اس صورت میں یوں ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ بھی جب ایسے

۱۔ نفس مصدر، ج۶، ص۳۹۹۔

۲۔ نفس مصدر، ج۳، ص۷۰۔

۳۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۲۷۔

۴۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۲۰۔

احکام ذکر کرتے ہیں تو صراحت کر جاتے ہیں کہ فتویٰ تو یہ ہے البتہ احتیاط اور تقویٰ اس صورت میں یہ ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ’’مگر فتویٰ فقہائے حنفیہ کا بھی جمہور ائمہ کے مسلک پر ہے کہ دو سال کی مدت کے بعد اگر دودھ پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ سیدی حضرت حکیم الامت نے بیان القرآن میں فرمایا کہ اگر فتویٰ جمہور کے قول پر ہے، مگر عمل میں احتیاط کرنا بہتر ہے کہ ڈھائی سال کی مدت کے اندر جس بچہ کو دودھ پلایا گیا ہے اس سے مناکحت میں احتیاط برتی جائے‘‘۔[۱]

اسی طرح فرمایا: ’’ایک روزہ کا فدیہ کو دو آدمیوں میں تقسیم کرنا یا چند روزوں کے فدیہ کو ایک ہی شخص کو ایک تاریخ میں دینا درست نہیں، جیسا کہ شامی نے بحوالہ بحر از قنیہ نقل کیا ہے اور بیان القرآن میں اسی کو نقل کیا گیا ہے، مگر حضرتؒ نے امداد الفتاویٰ میں فتویٰ اس پر نقل کیا ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، البتہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک تاریخ میں ایک کو نہ دے، لیکن دیدینے میں گنجائش بھی ہے‘‘۔[۲] ایک جگہ تحریر فرمایا: ’’اس مجموعہ سے راجح اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس موقع اور جس محل میں عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع ہے۔ جہاں یہ نہ ہو جائز ہے۔ اور احتیاط اسی میں ہے کہ بلاضرورت عورتیں پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کریں‘‘۔[۳]

فروق کو بیان کرنا:

جہاں پر ظاہر اور بادی النظر میں ایک جیسے نظر آنے والے مسائل ہوں اور حقیقت اور حکم کے اعتبار سے ان میں فرق ہو تو مفتی محمد شفیعؒ نے یہ بھی اہتمام کیا ہے کہ ان کے درمیان وجہ فرق کو واضح کیا جائے، چنانچہ مغربی جمہورت اور اسلامی شورائیت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’مغربی جمہوریت اور اسلامی شورائیت میں فرق: اسمبلیاں اسی طرزِ عمل کا ایک نمونہ ہیں، فرق اتنا ہے کہ عام جمہوری ملکوں کی اسمبلیاں اور ان کے ممبران بالکل آزاد اور خود مختار ہیں، محض اپنی رائے سے جو چاہیں اچھا یا برا قانون بنا سکتے ہیں، اسلامی اسمبلی اور اس کے ممبران اور منتخب کردہ امیر سب اس اصول اور قانون کے پابند ہیں جو اللہ تعالی کی طرف سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اُن کو ملا ہے، اس اسمبلی یا مجلسِ شوریٰ کی ممبری کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں، اور جس شخص کو یہ منتخب کریں

۱۔ نفس مصدر، ج۷، ص۸۰۶۔

۲۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۶۔

۳۔ نفس مصدر، ج۶، ص۶۰۶۔

اس کے لئے بھی کچھ حدود و قیود ہیں، پھر اُن کی قانون سازی بھی قرآن وسنت کے بیان کردہ اصول کے دائرہ میں ہو سکتی ہے، اس کے خلاف کوئی قانون بنانے کا ان کو اختیار نہیں"۔[1] اسی طرح عشر، خراج اور زکوٰۃ میں فرق بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "عُشر و خراج شریعتِ اسلامی کے دو اصطلاحی لفظ ہیں، ان دونوں میں ایک بات مشترک ہے کہ اسلامی حکومت کی طرف سے زمینوں پر عائد کردہ ٹیکس کی حیثیت ان دونوں میں ہے، فرق یہ ہے کہ عُشر فقط ٹیکس نہیں، بلکہ اس میں ٹیکس سے زیادہ اصلی حیثیت عبادت مالی کی ہے، مثل زکوٰۃ کے، اسی لئے اس کو زکوٰۃ الارض بھی کہا جاتا ہے، اور خراج خالص ٹیکس ہے، جس میں عبادت کی کوئی حیثیت نہیں، مسلمان چونکہ عبادت کے اہل اور پابند ہیں، ان سے جو زمین کی پیداوار کا حصہ لیا جاتا ہے اس کو عُشر کہتے ہیں، اور غیر مسلم چونکہ عبادت کے اہل نہیں، ان کی زمینوں پر جو کچھ عائد کیا جاتا ہے اس کا نام خراج ہے، عملی طور پر زکوٰۃ اور عُشر میں یہ بھی فرق ہے کہ سونا چاندی اور تجارت کے مال پر زکوٰۃ سال بھر گذرنے کے بعد عائد ہوتی ہے، اور عُشر زمین سے پیداوار حاصل ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے۔ دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ اگر زمین سے کوئی پیداوار نہ ہو تو عُشر ساقط ہو جاتا ہے، لیکن اموالِ تجارت اور سونے چاندی پر اگر کوئی نفع بھی نہ ہو تب بھی سال پورا ہونے پر ان پر زکوٰۃ فرض ہو گی"۔[2]

مستثنیات کو ذکر کرنا:

جہاں حکم بیان ہو اور اس حکم سے کوئی خاص صورت مستثنیٰ اور خارج ہو، تو مفتی صاحب اس استثنائی صورت کو بھی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ فرماتے ہیں: "ہجرت اور شہادت سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مگر قرض وغیرہ حقوق العباد کی معافی کا وعدہ نہیں۔۔۔ اللہ کے حقوق میں جو کوتاہیاں اور گناہ ہوئے وہ معاف ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے حدیث میں قرض اور دَین کا مستثنیٰ ہونا بیان فرمایا ہے"۔[3] اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا: "اگرچہ میراث کی تقسیم نسبی قرابت پر رکھی گئی ہے، لیکن اس میں سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں، اوّل یہ کہ مورث اور وارث دو مختلف دین والے نہ ہوں، لہٰذا مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو گا، خواہ ان میں آپس میں کوئی بھی نسبی رشتہ ہو"۔[4] اسی طرح لکھتے ہیں: "اور یہ حکم جو ابھی بیان کیا گیا کہ سلام کا جواب

۱۔ نفس مصدر، ج۱، ص۱۸۶۔

۲۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۰۔

۳۔ نفس مصدر، ج۲، ص۳۳۲۔

۴۔ نفس مصدر، ج۱، ص۶۶۰۔

دیناواجب ہے،اس سے چند حالات مستثنیٰ ہیں،جو شخص نماز پڑھ رہاہے،اگر کوئی اس کو سلام کرے تو جواب دیناواجب نہیں بلکہ مفسد نماز ہے،اسی طرح جو شخص خطبہ دے رہاہے یا قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہے،یا اذن یا اقامت کہہ رہاہے،یا دینی کتابوں کا درس دے رہاہے یا انسانی ضروریات استنجاء وغیرہ میں مشغول ہے اس کو اس حالت میں سلام کرنا بھی جائز نہیں،اوراس کے ذمّہ جواب دینا بھی واجب نہیں۔[1]

بوقت ضرورت روایات حدیثیہ کا درجہ بیان کرنا:

مفتی صاحب مسائل اوراحکام بیان کرتے وقت قرآن کریم کے آیات اوراحادیث مبارکہ کو بطور دلیل واستشہاد ذکر کرتے ہیں۔جہاں روایات کے درجہ اور مرتبہ بیان کرنے کی ضرورت ہو،تووہاں روایت پر صحیح،حسن اور ضعیف وغیرہ ہونے کا حکم بھی لگاتے ہیں،چنانچہ فرماتے ہیں:"ابن عسا کر نے کئی روایتیں ان لوگوں کی نقل کی ہیں جو حضرت الیاس علیہ السلام سے ملے ہیں،لیکن ان میں سے کوئی بھی قابل اطمینان نہیں،یاتواس لئے کہ ان کی سند ضعیف ہے یا اس لئے کہ جن اشخاص کی طرف یہ واقعات منسوب کئے گئے ہیں وہ مجہول ہیں"۔[2] اس موقع پر بعض مفسرین نے صحیح بخاری کے حوالے سے بندروں میں زنا کی سزا میں سنگساری کرنے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے،مگر یہ واقعہ نہ بخاری کے صحیح نسخوں میں موجود ہے نہ روایۃً صحیح ہے"۔[3] ایک اور جگہ فرماتے ہیں:"قرآن کریم کے الفاظ کے لحاظ سے دونوں تفسیروں کی گنجائش ہے،لیکن پہلی تفسیر کے حق میں چونکہ ایک مرفوع حدیث آگئی ہے جو سند کے اعتبار سے حسن ہے،اسی لئے اس کی قوت بڑھ جاتی ہے"۔[4]

نتائج بحث:

درج بالا تحقیق سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں:

مسئلہ کا عنوان قائم کرنا،مختلف احکام کو نمبروار ذکر کرنا،فروعی مسائل میں مسلک احناف کو بیان کرنا،بوقت ضرورت فقہاء کے اختلاف کو بیان کرنا،مفتیٰ بہ قول کی تصریح کرنا،مسئلہ اور حکم کے شرائط کو بیان کرنا،مسئلہ فقہیہ کی تکییف کرنااوراس کے ممکنہ صورتیں بیان کرنا،

۱۔ نفس مصدر،ج۱،ص۵۰۵۔

۲۔ نفس مصدر،ج۷،ص۴۷۳۔

۳۔ نفس مصدر،ج۱،ص۲۶۳۔

۴۔ نفس مصدر،ج۷،ص۵۱۳۔

صرفی ونحوی تحقیق کر کے مختلف احکام پر استدلال کرنا، علتِ مشترکہ کی وجہ سے حکم کو متعدی کرنا، اتفاقی اوراجماعی مسائل کی تصریح کرنا، ناسخ ومنسوخ کو بیان کرنا، صرف حکم شرعی کے بیان پر اکتفا نہ کرنا اوراس کے روحانی ، معاشی اوراقتصادی خرابیوں کو ذکر کرنا، مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر حکم کو مؤکد ومبرہن کرنا، قرآن کے آیات کو ذکر کرنے کے بعد اس سے اہم اصول کا استخراج کرنا، مسائلہ جدیدہ کو اہتمام سے بیان کرنا، فقہی کتب کے عبارات کو پیش کرنا، فتویٰ اور تقویٰ (احتیاط) کے اعتبار سے حکم ذکر کرنا، فروق کو بیان کرنا، مستثنیات کو ذکر کرنا اور بوقت ضرورت روایات حدیثیہ کا درجہ بیان کرنا شامل ہیں۔